مولانا سعید الحق جدون*

اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے یقیناً غمگین ہیں

ہم نے چاہا تھا نہ ہو لیکن ہوئی صبح فراق　　موت کا جب وقت آ جاتا ہے ٹلتا ہی نہیں (فانیؔ)

حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب اس فانی دنیا سے فنا ہو کر چلے۔ ان کی جدائی پر دل مغموم اور آنکھیں اشکبار ہیں، آنسوؤں کی موسلا دھار بارش نہیں تھمتی۔ اس صدمے کے پریشان حال منظر کو ڈاکٹر عارفی صاحب نے اس شعر میں پرویا ہے۔

صرف دو آنسو بہت تھے شرح غم کے واسطے　　کیا خبر تھی منتظر دریا کا دریا دل میں ہے

فانی صاحب سے نہ صرف یہ کہ میرا ایک تعلق تھا بلکہ وہ میرے مربی، میرے خیر خواہ اور ہمدرد تھے، راقم اثم جب دارالعلوم حقانیہ میں دورہ حدیث کا طالبعلم تھا، تو ماہنامہ الحق میں میرا ایک مضمون ''اپریل فول'' کے حوالے سے شائع ہوا، پھر فانی صاحب نے بلوا کر حوصلہ افزائی فرمائی اور لکھنے کے حوالے سے تربیت دی۔ فرمایا بھائی! لکھنے کے حوالے سے ایک وبا پھیل گئی ہے، بندہ نے پوچھنے کی جسارت کی، حضرت کون سی وبا؟ فرمایا: تسریق یعنی دوسروں کی کتابوں سے چوری کرنا۔ اسی اثناء میں ایک کتاب کے مصنف کے بارے میں بحث چھڑ گئی تو میں نے عرض کیا حضرت اس مصنف کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا یہ صاحب تو تسریق نہیں تشریق (پھاڑنے) سے کام لیتا ہے۔ مسکرانہ انداز میں فرمایا۔ حافظ صاحب! مطلب یہ ہے کہ قینچی سے کام لیتا ہے۔

یہ حضرت سے پہلی ملاقات تھی، اس کے بعد فارغ اوقات میں فانی صاحب کے دولت کدے پر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔ فراغت کے بعد ایک دو مہینے میں ایک دفعہ خدمت اقدس میں حاضری نصیب ہوتی کیونکہ ہم جیسے طفل مکتب کے لئے فانی صاحب کی علمی محافل اور تربیتی مجالس کے علاوہ اور کیا چاہیے تھا۔ اندھے کو کیا چاہیے صرف دو آنکھیں۔ لیکن افسوس آج ہم ان علمی محافل سے محروم ہوئے۔ بقول فانی

اب کہاں وہ بزم وحلقہ ہائے علم وفن　　حسرتا ایسی محافل سے ہوئے محروم ہم

فانی صاحب مطالعہ کے ذوق سے سرشار تھے، ان کے مہمان خانے کا انداز عام مہمان خانوں سے مختلف تھا۔ کیونکہ عام طور پر مہمان خانوں میں کرسیاں، صوفے، قالین، ڈبل بیڈ، سنگل بیڈ، الماریاں، مصنوعی پھول پودے

---

* گاؤں چینئی، تحصیل ٹوپی، ضلع صوابی

اور دیگر آرائش و زیبائش کے سامان ہوا کرتا ہے جبکہ فانی صاحب کے مہمان خانے میں ہر طرف کتابوں کا نبار لگا ہوا تھا' الماریاں کتابوں سے بھری تھیں۔ میز اور چھوٹی سی تپائی پر کتابوں کے بنڈل تھے' حتیٰ کے زمین پر بچھا ہوا قالین پر جابجا کتابوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ فانی صاحب کی دوستی کتاب سے ہے اور کتاب سے ہمنیشنی کے حوالے سے وہ متنبّی کے اس شعر کے اصل تصویر تھے

اعز المکان فی الدنی سرج سابج و خیر جلیس فی الزمان کتاب

(یعنی دنیا میں عزت کی جگہ تیز رفتار گھوڑے کی زین اور زمانے میں بہترین ہمنشین کتاب ہے)

جب بھی فانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو مطالعہ کرتے ہوئے پایا۔ ایک دفعہ بیمار تھے' غالباً پاؤں کا آپریشن بھی کیا تھا۔ میں عیادت کے لئے گیا۔ مولانا صاحب انتہائی تکلیف میں تھے اور کتاب کا مطالعہ کررہے تھے' زیادہ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ بے تکلفی پیدا ہوگئی تھی۔ تو عرض کیا۔ حضرت! اب ذرا آرام کریں' مطالعہ کم کریں۔ فرمایا: سعید الحق! مطالعہ سے میری بیٹری چارج ہوتی ہے۔ جس طرح موبائل کی بیٹری بغیر چارج کے کام نہیں کرتی' اسی طرح میں بھی بغیر مطالعے کے کام نہیں کرسکتا۔ پھر مطالعے کے ذوق کے حوالے سے اکابر واسلاف کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے۔ اس بحث مباحثے کے بعد انہوں نے اس موضوع پر ماہنامہ ''پیام حق'' کے لئے ایک مضمون بعنوان ''کتاب بہترین ہمنشین'' لکھا۔

مرحوم نہایت سریع المطالعہ انسان تھے۔ منٹوں اور سیکنڈوں کے حساب سے اوراق کی ورق گردانی کرتے تھے' ایک دفعہ راقم نے ''دینی مدارس کا نظام تعلیم ...... چند اصلاح طلب پہلو' کے عنوان پر ایک تفصیلی مقالہ لکھا' جو بعد میں میری کتاب ''ہماری تعلیمی زبوں حالی' اسباب اور تدارک'' میں شامل ہوا۔ یہ مقالہ بغرض تصحیح فانی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے شفقت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے اُسی وقت تکیے کو ٹیک لگا کر مطالعہ شروع کیا۔ ایک ایک صفحہ مطالعہ کرتے اور اغلاط کی نشاندہی کرتے۔ جس صفحے کی تصحیح ہوتی وہ مجھے دیتے' تقریباً ۲۰۔۲۵ منٹ میں انہوں نے اس طویل مقالے پر نظر ثانی کی۔ پھر ہنس کر فرمایا ہمارے استاد محترم مولانا سمیع الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ''کتاب میں میری نظر غلطی پر پڑتی ہے میں بھی ان کا شاگرد ہوں' میری نظر بھی غلطی پر پڑتی ہے۔''

قارئین اس واقعہ سے یہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ مرحوم فضلاء اور طلبہ کی تربیت' حوصلہ افزائی اور رہنمائی کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ ان کے سفر آخرت کے بعد مجھ سمیت سینکڑوں طلبہ' فضلاء اور متعلقین سب اس عظیم رہنماء سے محروم ہوئے۔

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
نہ مے کش رہے باقی نہ میخانے رہے

واقعی آج فانی صاحب کے تذکرے چل رہے ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ فانی صاحب نہیں رہے۔ ان کی غزلیات،نظمیں اورنعتیں آج لوگ پڑھ رہے ہیں، لیکن خودشاعرمٹی تلے مدفون ہے۔

ع فانی بیچارہ اُف یہ کون زیرخاک ہے

فانی صاحب کی محافل ہلکی پھلکی مزاح سے کشت وزعفران بن جاتی۔ایک دفعہ دارالعلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں مولانا سمیع الحق صاحب، فانی صاحب اور دیگر کئی حضرات موجود تھے، بندہ بھی اس مجلس میں بطور خادم موجود تھا۔مولانا سمیع الحق نے مجھے کہا کہ بیٹے آپ کے مضامین رسالوں میں آتے ہیں، میں دیکھتا ہوں، لیکن نام کے ساتھ حقانی لکھا کریں۔اس وقت حقانی نیٹ ورک کا شوروغوغا میڈیا پر شروع تھا۔فانی صاحب نے بطور مزاح کہا، حقانی لکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔نام کے ساتھ یہ لاحقہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں، جو ڈرتے نہیں۔مولانا سمیع الحق نے ہنس کر فرمایا: کیا مطلب سعید الحق کو سناتے ہو۔فانی صاحب نے مسکرا کر فرمایا نہیں جی ویسے مثال دے رہا ہوں،تمام مجلس اس بات پر ہنس پڑی۔

حضرت مولانا ابراہیم فانی صاحب جب کسی کو کوئی کتاب بطور ہدیہ دیتے تو اس پر کچھ نہ کچھ لکھتے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ جب کسی کو کتاب دیتے تو اس پر کچھ نہ کچھ لکھ دیتے۔ایک دفعہ فرمایا کہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو اپنا اردو مجموعہ اشعار بطور ہدیہ دیا اور اس پر یہ شعر لکھ لیا۔

راہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

فرمایا کہ جب شیخ الاسلام کی نظر اس شعر پر پڑی تو تمام مجمع کو سنایا، بہت خوش ہوئے اور مجھے داد دی، پھر فرمایا کتاب بطور ہدیہ دیتے وقت اس پر کچھ نہ کچھ لکھنا اچھی عادت ہے۔یہ ایک یادداشت ہوتی ہے جو مرنے کے بعد بھی انسان کی یاد تازہ کردیتی ہے۔ **تدوم الخط فی القرطاس دھراً وکاتبه رمیم فی التراب**

فانی صاحب دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ اور شیوخ سمیت دیگر اہل علم کے قدردان تھے، ایک دفعہ ایک علمی نشست میں راقم کو فرمایا کہ آج کل ہمارے فضلاء اپنے شیوخ کی بے قدری کرتے ہیں، میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ دینی مدارس کے طلبہ اور اپنے شیوخ کی بے قدری.....؟ پھر فرمایا۔بے قدری کا مطلب یہ نہیں کہ گالیاں دیتے ہیں بلکہ یہ بھی بے قدری ہے کہ مختلف پروگراموں، جلسوں اور ختم قرآن کے سلسلے میں منعقد تقریبوں میں ان شیوخ کو بلواتے ہیں۔جب یہ حضرات وہاں تشریف لے جاتے ہیں، تو وہاں پر مسجد میں دس پندرہ بچے ان کے سامنے بٹھاتے ہیں اور اب تو نورانی قاعدے کے ختم کا بھی رواج بن گیا ہے۔کیا یہ بے قدری نہیں تو اور کیا ہے۔مردان میں ایک جگہ ہمیں بلوایا گیا۔شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا

انوار الحق صاحب، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور دیگر کئی علماء مدعو تھے۔ وہاں جب مجمع پر نظر ڈالی تو مقررین سامعین کی نسبت زیادہ معلوم ہوئے۔ چنانچہ اس مسجد کا امام جو ہمارے دارالعلوم کے فاضل تھے کو میں نے جھڑکا اور کہا کہ خدا کے بندے یہ تو ان مشائخ کی بے قدری ہے۔ آپ کو پہلے ان مشائخ کا بلند علمی مقام جاننا چاہیے اور پھر اس کے مطابق ان کو دعوت دینی چاہیے:

قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری　　　　قدر گل بلبل شناسد قدر دلدل شاہ علی

فانی صاحب کی زندگی کے کس کس پہلو پر تبصرہ کروں۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو ہم جیسے طالب علموں کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ آج ہم زمانہ شباب میں اپنے آپ کو ہر میدان میں ماہر سمجھتے ہیں اور کسی قسم کی اصلاح سے اپنے آپ کو مستغنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ فانی صاحب تو بڑھاپے میں بھی اپنے آپ کو قابل اصلاح سمجھتے تھے۔ موصوف اپنی کتابوں اور اپنے اشعار کی تصحیح اپنے اساتذہ اور مشائخ سے کرواتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ "فارسی اشعار کے مجموعے کا مسودہ ہاتھ میں لیکر اصلاح کی خاطر شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب کے ہاں روانہ ہوا۔ اس وقت شیخ صاحب دارالعلوم سے جارہے تھے۔ میں بھی ان کیساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میرے اور شیخ صاحب کے درمیان فارسی میں بیت بازی شروع ہوئی۔ تمام راستے پر بیت بازی رہی۔ وہاں بیٹھ کر پھر وہی سلسلہ چلتا رہا۔ تقریباً گھنٹوں تک جانبین سے اشعار کا تبادلہ ہوتا رہا۔ آخر میں شیخ صاحب نے داد دی اور فارسی اشعار کا مسودہ دیکھ کر اس کی اصلاح کی اور ڈھیروں دعائیں دی۔" اسکے بعد فانی صاحب نے فرمایا: "بڑوں کے دامن کو کبھی نہیں چھوڑنا۔ اگر کسی نے اپنے اکابر واسلاف کے دامن چھوڑے تو وہ برباد ہوگا، چاہے وہ کتنا ذہین اور قابل کیوں نہ ہو"

مختصر یہ کہ فانی صاحب کے علمی وعملی کارناموں کے حوالے سے کئی یادداشتیں اور کئی علمی محافل ومجالس کی روداد ذہن میں گردش کررہے ہے۔ لیکن خوف طوالت کی وجہ سے ان چند باتوں پر اکتفا کرکے مضمون کا خاتمہ ان الفاظ سے کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لخت جگر ابراہیمؑ کی وفات پر کہے تھے۔ دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ابراہیم جو آپؐ کے فرزند تھے اور فرزند تو وارث ہوتا ہے اور ابراہیم فانی صاحب تو عالم تھے اور علماء آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق آپؐ کے وارث ہیں۔ تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں ہم نام ہیں۔ اس لئے ابراہیم فانی صاحب کی وفات پر تعزیت نبویؐ کے ان زرین الفاظ سے ان کی اولاد، احباب، تلامذہ اور متعلقین کو تسلی دیتا ہوں جو آپؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے غم فراق پر کہے تھے۔

"آنکھ اشکبار اور دل غمزدہ ہے لیکن ہم کو زبان سے وہی کہنا ہے جس سے ہمارا مالک اور پروردگار راضی ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے یقیناً غمگین ہیں"　　(بخاری کتاب الجنائز:۱۳۵۳)

چاروں طرف فضاء میں اداسی بکھر گئی　　　　تم کیا گئے کہ رونق شام وسحر گئی